© rasailojaraid.com

دعوت دین کی عصری رکاوٹوں کا سدِّ باب قرآن کریم کی روشنی میں

ابوسفیان اصلاحی

قرآن کریم میں ملت بیضا کے مختلف خصائص بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں ان میں سے دو خصوصیات کا ذکر مقصود ہے۔ سورۂ آل عمران میں اس کی ایک خصوصیت کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (آل عمران: ۱۱۰)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور بدی سے روکتے ہو۔

سورۂ بقرہ میں دوسری خصوصیت کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (سورہ بقرہ: ۱۴۳)

اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک ''امت وسط'' بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

پہلی آیت میں ''خیر امت'' یعنی دنیا کی سب سے بہترین قوم اور دوسری آیت میں ''امت وسط'' ہے جس کا مفہوم ہے کہ دنیا کی تمام اقوام میں نمایاں ترین قوم، ''امت وسط'' کی توضیح وتفسیر یوں کی جاسکتی ہے کہ باغ کے درختوں میں اگر کوئی درخت سب سے نکلا ہوا اور بلند و برتر ہو تو اسے ''شجر وسط'' قرار دیا جائے گا۔ یہی حیثیت امت مسلمہ کی دیگر اقوام وملل کے مابین ہے۔ لیکن اسے خیر امت اور امت وسط کا درجہ اس وقت حاصل ہوگا جب وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں پوری اترے۔ سورہ آل عمران میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اس کی بنیادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذمہ داریوں میں شمار کیا گیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں Observer کے منصب پر فائز ہے۔ معاشرے کی کوتاہیوں اور انسانی عیوب پر اگر اس کی نگاہ نہ ہو اور وہ ان کی اصلاح کے لیے کوشاں نہ ہو تو اسے ''امت وسط'' کا درجہ نہیں حاصل ہوگا۔

مذکورہ دونوں آیتوں کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دعوت خیر اور دعوت دین اس ملت کا بنیادی تشخص ہے۔ اسی طرح اجتماعیت بھی اس کا ایک خاص امتیاز ہے۔ جس کی خصوصی حیثیت اور انفرادیت کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے کہیں "وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ " (اور تم مل کر مضبوطی سے اللہ کی رسی پکڑ لو اور پراگندہ نہ رہو)۳؎ کہہ کر اس صفت کو ابھارا گیا، کہیں فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىَ لاَ انفِصَامَ لَهَا (اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے) کا اسلوب اختیار کیا گیا اور کہیں اس اجتماعیت کی منظر کشی اس انداز میں کی گئی ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنيَانٌ مَّرْصُوصٌ (اللہ کے پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔)

مذکورہ تینوں آیات کریمہ سے یہی مفہوم متبادر ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کا ہر فرد اپنے تمام معاملات میں متحد و متفق ہوتا ہے، اور انتشار و اختلاف اس کے تشخص کی ضد ہے۔ اس کی آواز ایک، اس کے راستے ایک اور اس کے مقاصد ایک۔ لیکن افسوس کہ عصر حاضر میں امت مسلمہ اپنا یہ امتیاز کھو چکی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آوازیں بھانت بھانت کی اور منزلیں جدا جدا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امت وسط اپنی جملہ امتیازی خصوصیات سے محروم ہو چکی ہے۔ اسی افتراق کی وجہ سے دعوت دین کے میدان میں اس کی طرف سے کی جانے والی کوششیں یکسر بے معنٰی اور غیر مؤثر ہو کر رہ گئی ہیں۔ ملت اسلامیہ قرآن کریم کے اسلوب بیان میں "لکل حزب بمالدیھم فرحون" کی مصداق بن چکی ہے۔ آج بیشمار اسلامی تحریکات، طلبہ تنظیمیں، دعوتی مراکز، مدارس اور مجلّات و رسائل ہیں لیکن اس دعوتی جدوجہد کے مطلوبہ اثرات ظاہر نہیں ہو رہے ہیں۔ اگر اس کی تہ میں اترا جائے تو اس کے متعدد اسباب و عوامل نظر آئیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا ایک سبب یہ ہے کہ مختلف ممالک میں امت مسلمہ کی متعدد دینی اور تبلیغی جماعتیں قائم ہیں اور وہ اپنے اپنے انداز سے دعوت اسلام کا کام کر رہی ہیں، لیکن ان کے مابین ترابط وتوافق کا فقدان ہے اور بالعموم کسی موضوع پر بھی باہمی تبادلۂ خیال کا تصور مشکل ہے۔ ہم آہنگی اور یگانگت کا دور دور تک پتہ نہیں بلکہ بعد مشرقین ہے۔ ہر جماعت اپنا اپنا حلقۂ اثر بڑھانے کے لیے فکر مند ہے، حلقہ اسلام بڑھانے کی چنداں فکر نہیں، لوگوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کی خواہش ہے، صبغۃ اللہ میں رنگنے کا اشتیاق نہیں۔ ہر جماعت کا اپنا زاویۂ نگاہ اور اپنا دعوتی لٹریچر ہے۔ دوسری جماعت کا لٹریچر پڑھنا اور اس سے استفادہ کرنا ان کے نزدیک غیر مستحسن ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے لٹریچر کی تردید میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کیا جاتا ہے۔ اگر بات یہیں تک محدود رہتی تو پھر بھی غنیمت تھا۔ لیکن معاملہ اس حد تک جا پہنچا ہے کہ یہ جماعتیں جو اسلام کے نام پر قائم کی گئی ہیں باہمی تصادم اور خوں ریزی کا شکار ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں پڑوسی ملک میں تلاش کی جا سکتی ہیں۔ انہی اختلافات کی بناء پر مساجد کی تقسیم ہوئی اور کئی مرتبہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مخصوص مسلک کے متبعین دوسرے مسالک کی مساجد پر حملہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے مساجد خون میں نہا جاتی ہیں۔ ایسا اس لیے ہو رہا ہے کہ مساجد کی جس حقیقت کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا تھا اسے امت مسلمہ نے فراموش کر دیا۔ اللہ کا ارشاد ہے

اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ ۔ (سورۃ الجن/۱۸) یقیناً مساجد اللہ کی ہیں

ایک جماعت ایسی بھی ہے جو دوسری تمام جماعتوں اور افراد کو گستاخ رسول ﷺ تصور کرتی ہے اور اپنی برتری کے لیے کوئی بھی تدبیر وترکیب اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتی۔ اگر ملت اسلامیہ کی جماعتیں انہی مسائل کا شکار رہیں گی تو دعوت اسلام کا کام رک جائے گا۔ تبلیغ اسلام کے کام میں کامیابی اسی وقت نصیب ہو سکتی ہے جب تمام دینی تحریکات کے درمیان دینی اخوت کارفرما ہو اور دعوتی امور میں باہمی مشاورت سے قدم اٹھایا جائے (وامرھم شوریٰ بینھم) باہمی مشورے اور اجتماعیت سے ہی تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن صورت حال اس کے برعکس ہے۔ یہاں اخلاص سے زیادہ شخصی اظہار ہے جب کہ داعیان اسلام کو قرآن کریم کا یہ اصول ضرور پیش نظر رہنا چاہیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

إِلَّا الَّذِينَ تَابُواْ وَأَصْلَحُواْ وَاعْتَصَمُواْ بِاللّهِ وَأَخْلَصُواْ دِينَهُمْ لِلّهِ فَأُوْلَـئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (النساء:۱۴۶)

البتہ جو ان میں سے تائب ہو جائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرلیں اور اللہ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کردیں۔ ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں۔

جماعت تبلیغی متعدد کمیوں کے باوجود۵ دعوتِ دین کے ایک پہلو پر خاصی توجہ دے رہی ہے۔ اس جماعت نے عوام الناس اور دین اسلام سے نابلد اہل ایمان میں قابل ذکر خدمات انجام دی ہیں، لیکن ان کے نزدیک تبلیغی نصاب دعوت دین کا آخری منشور ہے جب کہ دعوت دین کے باب میں قرآن کریم کو اولیت اور مرکزیت حاصل ہے۔ دین کے تمام مسائل میں حتمی طور پر اسے مرجع اول کی حیثیت حاصل ہے، لیکن جماعت تبلیغی کے یہاں ایک تصور یہ جڑ پکڑ گیا ہے کہ قرآن کریم ہماری سمجھ سے بالا تر ہے۔ قرآن کریم کے تئیں یہ خیال یکسر غلط ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے لیے خود کہا ہے کہ رہتی دنیا تک کے لیے یہ ھدی للناس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ یوسف القرضاوی نے داعیان دین کے لیے قرآن کریم سے استفادہ کو لازمی قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

> ''داعی کو چاہیے کہ جب بھی وہ کسی موضوع سے متعلق گفتگو کرنی چاہیے خواہ وہ لکچر یا درس کی صورت میں ہو یا تقریر وتحریر کی صورت میں ہو تو اس سے تعلق رکھنے والی آیاتِ قرآنی کو جمع کرے اور اپنے حسب منشاء ایک ترتیب قائم کرے تاکہ اس موضوع سے متعلق وہ قرآن کے نقطۂ نظر کو پوری طرح سے واضح کرسکے''۔۶

بہر حال اس بنیادی کمی کے ساتھ ساتھ یہ جماعت دعوت دین کے میدان میں قابل ذکر کام کررہی ہے۔

جماعت اہل سنت و جماعت کا جماعت تبلیغی کے تئیں نہایت معاندانہ ومخالفانہ رویہ ہے۔ نفرت اور عداوت کا یہ حال ہے کہ ان کی مساجد میں جماعت تبلیغ کا داخلہ ممنوع ہے، قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریم نے مساجد کو اللہ تعالیٰ کا گھر بتایا ہے۔ لیکن دینی جماعتوں نے انہیں اپنی ذاتی ملکیت تصور کرلیا ہے۔ خود جماعت تبلیغی بھی اپنے مخصوص انداز سے مساجد پر اپنا اثر قائم کرنے کے لیے فکر مند رہتی ہے۔ مسجد نبوی کے حوالہ سے مساجد کا تقدس اس طرح پیش کیا گیا ہے۔

لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (سورہ التوبہ/۱۰۸)

جو مسجد اول روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں عبادت کے لیے کھڑے ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ مساجد کی تاسیس وتعمیر کا مقصد تقویٰ وپاکیزگی ہے۔ لیکن عصر حاضر میں بہت سی مساجد کو مخصوص نظریات کا مرکز بنالیا گیا ہے اور وہاں سے دعوت دین کے بجائے انہی مخصوص نظریات کا اشتہار اور اعلان ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس سے اسلامی اتحاد کے ٹوٹنے اور اسلامی شیرازہ کے بکھرنے کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں قرآن کریم کی یہ آیت پیش نظر رکھنی چاہیے جس میں اس نوع کی سرگرمیوں پر شدید نکیر کا اظہار کیا گیا ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ (سورہ التوبہ:۱۰۷)

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے ایک مسجد بنائی اس غرض کے لیے کہ (دعوت حق کو) نقصان پہونچائیں اور (خدا کی بندگی کرنے کے بجائے) کفر کریں اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالیں اور (اس بظاہر عبادت گاہ کو) اس شخص کے لیے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور رسول کے خلاف برسرپیکار ہوچکا ہے۔

دعوت دین کے فریضہ کی صحیح ادائیگی کی راہ میں مدارس دینیہ کی موجودہ صورت حال بھی کسی حد تک ایک رکاوٹ کی حیثیت اختیار کرگئی ہے۔ مدارس اپنی بہت سی کمیوں کے باوجود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین کے قلعہ ہیں لیکن چونکہ یہ مدارس مختلف مکاتبِ فکر کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کے نصاب تعلیم میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے، اس کی وجہ سے طلبہ کے ذہنوں میں امت مسلمہ کی دیگر جماعتوں کے سلسلہ میں مثبت اور متوازن نقطہ نظر نہیں پیدا ہوتا۔

بہت سے اساتذہ دوران درس غیر محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں اور طلبہ کے ذہن میں دوسرے مسلم افراد اور جماعتوں کے بارے میں منفی رویہ کی ترویج کا سبب بنتے ہیں۔ حالانکہ اس سلسلہ میں غیر معمولی احتیاط کی ضرورت ہے۔ امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ لا نکفر احدا من ملة الاسلام (ملت اسلامیہ کے کسی فرد کی ہم تکفیر نہیں کریں گے) اس باب میں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے "لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلک" (ایک شخص جب دوسرے شخص پر فاسق یا کافر ہونے کا الزام لگائے گا درآنحالیکہ وہ شخص ایسا نہ ہو تو یہ قول خود کہنے والے پر پلٹ جائے گا) اس عدم احتیاط کے باعث ایک دوسرے کے خلاف کفر کا فتوی تک جاری کر دینے میں کچھ زیادہ تردد نہیں محسوس کیا جاتا، چنانچہ جن لوگوں کے خلاف کفر کا فتوی صادر کیا گیا ان میں سرسید، علامہ شبلی اور مولانا فراہی [8] جیسے اکابر کے نام شامل ہیں۔ چوں کہ مدارس میں خاص مسالک ہی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اس لیے فطری طور پر طلبہ کی ذہن و دماغ میں کورانہ تقلید کا نقطہ نظر پیدا ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے اور مسائل پر وسعت کے ساتھ سوچنے کی صلاحیت ٹھٹھر جاتی ہے، اسی تقلید جامد کا ذکر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طرح کیا ہے۔

''پانچویں مہلک بیماری اس زمانے میں یہ پیدا ہوئی کہ تقلید جامد پر لوگ مضبوطی سے جم گئے اور غیر شعوری طور پر یہ ان کے ایک ایک رگ وریشہ میں سرایت کر گئی''۔ [9]

ظاہر ہے جن لوگوں کے ذہن و دماغ پر اس قسم کے نظریات کا تسلط ہو جائے گا وہ دعوت دین کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی حیثیت میں نہیں ہوں گے اور نہ ہی اپنے آپ کو انبیائی وراثت کا حق دار ثابت کر سکیں گے حالانکہ علماء کی شان میں ارشاد ربانی ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورہ النحل ۴۳) — تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تمھیں معلوم نہ ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (سورہ الفرقان:۵۹) اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھو۔

ظاہر ہے ان سے وہ علماء کرام مراد نہیں ہوں گے، جو ملت کے دلوں کو جوڑنے کے برعکس توڑنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ علمائے کرام تو ہر وقت ملت کی شیرازہ بندی کی فکر میں منہمک رہتے ہیں۔ انہیں ہر وقت اللہ کا خوف دامن گیر رہتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر:۲۸) حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔

تحریک اہلِ حدیث ایک نہایت طاقت ور اصلاحی تحریک کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ انگریز سامراجیت کے خلاف عدیم المثال جہاد کے علاوہ اس تحریک نے مسلم معاشرہ کی اصلاح کے میدان میں نہایت روشن خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس تحریک نے بھی ایک مسلک کی صورت اختیار کرلی اور اب صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ اس کی بہترین صلاحیتیں اس مسلک کے فروغ کے لیے صرف ہورہی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں اس تحریک کے اہل قلم کی طرف سے ایسا لٹریچر سامنے آرہا ہے جس سے اتحاد امت کے مقصد کو نقصان پہونچ رہا ہے، شاہ صاحب نے بہت پہلے اہل حدیث کی اسی افراط وتفریط کی طرف اشارہ کردیا تھا۔ [۱۰] ضرورت اس بات کی ہے کہ فروعیات میں بہت زیادہ الجھنے کے بجائے ان بنیادی اصولوں پر توجہ دی جائے جن کے بارے میں امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مثال کے طور پر جناب طالب الرحمٰن کی کتاب ''الدیوبندیۃ'' کو پیش کیا جاسکتا ہے جس میں دیوبند مکتب فکر کو فرقۂ ضالہ گردانا گیا، دوسری طرف سے بھی اسی لب ولہجہ میں تحریر وتصنیف کا سلسلہ جاری ہے، اس معاملہ کی شدت کو جاننے کے لیے انوار خورشید کی دو کتابیں ''غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں'' اور ''غیر مقلدین کی ڈائری'' ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ امت کی اجتماعیت اور اکرام مسلم کے تصور پر اس کی جو براہ راست زد پڑتی ہے اس کا اندازہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمائے اہل حدیث کی طرح علمائے احناف نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے مسلک کو ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس طرح کی کاوشیں دعوت دین اور اشاعت اسلام کے اعلیٰ مقصد کو فروغ دینے کے بجائے مخصوص مسالک کو فروغ دیتی ہیں۔ جب علماء اربعہ خصوصاً امام ابوحنیفہ کے خلاف ایک کتاب ''الظفر المبین'' کے عنوان سے تصنیف کی گئی تو جواباً اس کتاب کی تردید کے لیے ''فتح المبین'' ترتیب دی گئی، جس میں مسالک علماء اربعہ بالخصوص امام ابوحنیفہ کے مسلک کی تائید کی گئی۔ ''فتح المبین'' کے مقدمہ میں تحریر کیا گیا ہے۔

تنقیح حدیث کے سلسلے میں جیسی خدمات ان چاروں اماموں نے کردی ہے۔ ایسی کسی نے نہیں کی، اسی وجہ سے جو قول ان چار کے اقوال سے خارج ہو وہ غیر معتبر شمار کیا جاتا ہے الا ماشاء اللہ، غرض کہ تقلید ائمہ کی کوئی معیوب امر نہیں بلکہ اس کو برا سمجھنا اپنی جہالت ظاہر کرنا ہے، اس میں تو بڑے بڑے مصالح دنیاوی واخروی موجود ہیں اور قاعدہ ہے کہ جب تک آدمی کسی امر دینی یا دنیاوی کا التزام نہ کرے اس امر کا صادر ہونا التزاماً دشوار معلوم ہوتا ہے۔ پس حنفیہ کا التزام کرنا اس کو مقتضی نہیں کہ تقلید کے وجوب میں کوئی نص قطعی وارد ہے۔''[۱۱]

مذکورہ اقتباس سے ظاہر ہے کہ مصنف کا سارا زورِ قلم صرف تائید مسلک کے لیے صرف ہوا ہے، ایک طرف یہ انتہا اور دوسری طرف شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے متعلق یکسر غیر عالمانہ یہ انداز!

''اہل اسلام پر واضح ہو کہ وہابیہ نجدیہ، یعنی اتباع شیخ عبدالوہاب نجدی نے باتباع اپنے متبوع کے جو واسطے ملک گیری اور حصول بادشاہت کی کچھ باتیں معتزلہ جہمیہ وحشویہ وخوارج سے لے کر اور کچھ اپنی طرف سے ملا کر ایک مذہب قائم کرکے اس مذہب کے بموجب کافہ مسلمین بالخصوص اہل حرمین طیبین کو مشرک کہہ کر مسلک نجد سے خروج کرکے فریب ودغا سے حرمین شریفین میں تغلب وظلم سے فساد مچایا تھا۔''[۱۲]

اسی طرح ایک کتاب تائید تقلید میں ''اعتراضات اہل سنت علی مسائل البدعۃ'' کے عنوان سے تحریر کی گئی ہے اور اس میں غیر مقلدین کو موردِ طعن وتشنیع بنایا گیا اور تقلید کو عین اسلام قرار دیا گیا ہے۔ مصنف نے غیر مقلدین کو منکرین اسلام میں شمار کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر غیر تقلیدیت عام ہوتی ہے تو غیر مقلدین نئے نئے دین کو اختیار کرتے رہے ہیں گے رفتہ رفتہ دین اسلام نہ رہے گا بلکہ نام کا اسلام بھی نہ رہے گا کوئی اور دین ہو جائے گا۔ یہ نتیجہ ہے غیر مقلد کا بخلاف مقلدان اہل سنت و جماعت مذہب خاص کی ائمہ اربعہ سے۔ کیونکہ وہ پابند مذہب کے ہیں لہذا کوئی نیا مسئلہ نہیں نکال سکتے۔[۱۳]

اس طرح کے بیشمار اقتباسات پیش کیے جاسکتے ہیں جن میں خالص مسلکیت کی بات کی گئی ہے اس کی وجہ سے دین اور ملت اسلامیہ کا کوئی بھلا نہیں ہوتا بلکہ جسد ملی کمزوری کا شکار ہوتا ہے، حالانکہ اس طرح کے نزاعی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے اس قرآنی حکم کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (سورہ فصلت:۳۳)

اور اس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ مدارس، کالجوں اور جامعات میں طلبہ کی ایک تعداد نے دعوت دین کی سرگرمیوں میں مصروف ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ یہاں بھی دعوتِ دین کے نکتہ پر ارتکاز واتفاق نہیں، جس طرح سے جماعتیں مختلف رجحانات وخیالات کی حامل ہیں اسی طرح طلبہ کے مابین تنازعات واختلافات موجود ہیں، کچھ طلبہ جماعت اسلامی کے افکار وخیالات کے حامل ہیں وہ زیادہ تر اپنے آپ کو تفہیم القرآن اور جماعتی لٹریچر تک محدود رکھتے ہیں۔ جماعت تبلیغی سے متاثر طلبہ فضائل اعمال کے شیدا اور فیضانِ مصطفےٰ کی نمائندگی کرنے والے طلبہ مولانا رضا احمد خاں صاحب بریلوی کے خیالات کو حرف آخر تصور کرتے ہیں، اس کے علاوہ بھی بہت سی طلبہ تنظیمیں ہیں جو اپنے اپنے خیالات کی تبلیغ وترویج میں مشغول ہیں۔ حضرت لقمٰن علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کی تھیں، اس میں فریضہ دعوتِ دین کی صراحت بھی موجود ہے۔

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (لقمان:۳۱/۱۷)

اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم کرنے کا حکم دو، نیکیوں کی طرف بلاؤ اور برائیوں سے روکو اور پیش آمدہ مصائب پر صبر کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذکورہ آیت کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ طلبہ دورانِ تعلیم دعوت دین کی مشغولیات میں حصہ لے سکتے ہیں۔ گویا یہ بھی تعلیم کا ایک حصہ ہے، اس سے یہ نکتہ بھی ابھرتا ہے کہ اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی انجام دہی میں مسائل ومصائب درپیش ہوں تو اس سے بھی گزرنے کا ان کے اندر عزم وحوصلہ ہو اور اللہ کے دین کے غلبہ اور تسلط کے لیے ان کے دلوں میں جذبۂ وافر ہو۔ لیکن وہ طلبہ بھی جن کے اندر دین سے تعلق اور دینی حمیت موجود ہے دعوت دین کے بجائے مخصوص ذہنیت اور مسلکیت کے احیاء میں مصروف نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس سوچ سے باہمی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور کبھی کبھی اسی ذہنی اور مسلکی تشدد کی وجہ سے تعلیمی ادارے بھی متاثر ہوتے ہیں اور طلبہ دعوت دین کے نام پر مختلف سیاسی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں نتیجتاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مسائل پس پشت چلے جاتے ہیں۔

مذکورہ سطور میں ان اسباب کی طرف اشارہ کیا گیا جو دعوت دین کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور خود امت مسلمہ کے اپنے پیدا کردہ ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ ہم خود اپنے دشمن ہیں اور اسلام کے لیے ننگ وعار بنے ہوئے ہیں۔ ہماری باہمی چپقلش خود دعوت دین اور ہمارے مستقبل کے لیے خطرہ بنی ہوئی ہے، ہمارے اپنے خود ساختہ اتنے مسائل ہیں کہ دشمنان ملت کو ہماری طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تحزّب اور مسلکیت میں اس طرح جکڑ چکے ہیں کہ اس ناسور سے نجات پانا مشکل ہے۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو اپنے مسائل کا حل نہ بنا کر دنیا کے بے شمار حل تلاش کر لیے ہیں۔ جب کہ خداوند قدوس نے اس کتاب کے متعلق یہ فرمایا کہ:

إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْراً كَبِيْراً. (بنی اسرائیل:۹)	حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

اسی نقطۂ نظر کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز میں پیش کیا:

من طلب الهدى فى غيره اضله الله	اور جس نے غیر قرآن سے ہدایت چاہی اللہ نے اسے گمراہ کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس مقالہ میں صرف داخلی اسباب کی طرف اشارہ کیا گیا۔ کیونکہ جب تک داخلی اسباب کا سد باب نہیں کیا جائے گا اس وقت تک خارجی اسباب اور رکاوٹوں پر قابو پانا ممکن نہیں ہے۔عصر حاضر میں مختلف ایسی تنظیمیں ہیں جو ملت اسلامیہ کا قلع قمع کرنے کے درپے ہیں اور دین اسلام کی دعوت کے تمام راستوں کو مسدود کر دینا چاہتی ہیں۔ امریکہ، یورپ اور اسرائیل کے علاوہ بیشمار تحریکیں ہیں جو اسلام اور امت مسلمہ کی بیخ کنی کی سازشیں کرتی رہتی ہیں۔ دین اسلام کی ہر دعوت اور ہر آواز ان کے لیے نا قابل قبول ہے۔ ان تمام ناپاک عزائم کے پیچھے یہودی ونصرانی بغض وعناد کی کارفرمائی ہے۔ اسی عداوت کی جانب علامہ یوسف القرضاوی نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

''یہ تین خطرناک طاقتیں ہیں: عالمی یہودیت، عالمی صلیبیت اور بین الاقوامی اشتراکیت آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ان کے جیسے کچھ اختلافات ہوں اور جیسی کچھ آویزشیں باہم دگر جاری رہتی ہوں لیکن مسلمانوں اور عالم اسلام کی نسبت سے یہ سب ایک زبان ہیں اور صبح وشام اس تگ ودو میں لگی رہتی ہیں کہ کس طرح سے پہرے لگائیں اور اسے زخموں سے نڈھال کیے رہیں''۔[۴۲]

قرآن کریم نے یہود ونصاریٰ کی اس ذہنیت کی طرف بہت پہلے اشارہ کر دیا تھا کہ ان سے کسی خیر کی توقع عبث ہے، ملت اسلامیہ کو ذہنی اور جسمانی گزند پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور دعوت اسلام کے تمام راستوں کو بند کر دینے میں لگے رہتے ہیں۔ اس لیے ملت اسلامیہ کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور ان سے گہرا ربط ویگانگت قائم کرنے سے روکا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

(سورہ المائدہ: ۵/۵۱)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور تم میں سے کوئی انھیں اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر ان ہی میں ہے، یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذکورہ سطور میں ملت اسلامیہ کے ان داخلی امراض کی نشان دہی کی گئی جو دعوتِ دین کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ ملت مختلف خانوں، جماعتوں اور مراکز میں بٹی ہوئی ہے جس کی وجہ سے کسی مرکزی قیادت کی تشکیل ناممکن ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ تحزب اور مسلکیت کا بول بالا ہے، تیسرے مدارس کے نصاب میں اتنا اختلاف ہے کہ کسی متحدہ اور مشترکہ اعلیٰ مقصد کے لیے طلبہ کی ذہنی تربیت ممکن نہیں، مختلف حلقوں سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام کے درمیان ہم آہنگی کے سلسلے کمزور پڑ چکے ہیں، یہ تمام اسباب وعلل ہیں جن کی وجہ سے دعوتِ اسلامی سمٹتی جارہی ہے، ملت اسلامیہ مرد بیمار بنتی جارہی ہے، مولانا امین احسن اصلاحی کا یہ تأثر حق بجانب ہے کہ امت مسلمہ ایک مردار کے مثل ہے اور ہر شخص اپنے بس بھر درندوں کی طرح اسے نوچے جارہا ہے۔ اور دیگر مذاہب کی سرگرمیاں زور پکڑتی جارہی ہیں، اس کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ ملت قرآن کریم سے اپنا رشتہ مضبوط و مستحکم کرلے، یہ ایک ایسی لازوال دولت اور بے مثال قوت ہے کہ دنیا کے ہر سیل رواں کے لیے بند ثابت ہوسکتی ہے اور یہی یہودیت ونصرانیت کا زور توڑ سکتی ہے۔

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ. فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ. لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ. تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ. أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ. (سورہ الواقعہ:۵۶/۷۷-۸۱)

یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے، ایک محفوظ کتاب میں ثبت جسے مطہرین کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا، یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے، پھر کیا اس کلام کے ساتھ بے اعتنائی برتتے ہو۔

حواشی ومراجع

۱- تفسیر المنار، میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے بنیادی فرائض بیان کرتے ہوئے بتایا گیا کہ جب تک وہ اسے پورا نہیں کرے گی اسے ''خیر امت'' نہیں کہا جاسکتا۔ وضاحت کے لیے دیکھیے تفسیر المنار، الاستاذ الامام الشیخ محمد عبده (تالیف السید محمد رشید رضا) دار المنار المطبعة الثالثة ۱۳۶۵ھ/۴/ ۶۴-۵۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲- شیخ محمد عبدہ نے لفظ ''وسط'' پر نہایت جامع بحث کی ہے لکھتے ہیں

''أما الامة الاسلامية فقد جمع الله لها فی دینها بین الحقین، حق الروح وحق الجسد فهی روحانية ، جسمانية ان شئت قلت انه اعطاها جميع حقوق الانسانية فان الانسان جسم وروح، حیوان وملک فكأنه جعلناكم امة وسطا تعرفون الحقين وتبلغون الكمالين" (تفسير المنار، الاستاذ الامام الشيخ محمد عبده (تاليف السيد محمد رشید رضا) الهيئة المصرية العامة للكتاب ۱۹۷۲ء ۵/۲)

۳- اس آیت کی مولانا مودودی نے نہایت اچھی تفسیر کی ہے، فرماتے ہیں ''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حبل اللہ فرمایا ہے وہ یہی ایمان واسلام کا رشتہ ہے، مختلف النسل، مختلف اللون، مختلف اللسان اور مختلف اوطان لوگوں کو جن کے درمیان عداوت کے بیسیوں اسباب موجود تھے اسے حبل اللہ نے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کر کے ایک قوم بنایا ہے اور اس قوم کی فلاح بہبود ہی نہیں بلکہ اس کا عین بقا اس پر منحصر ہے کہ اس کے افراد کے درمیان محبت، اخوت اور معاونت کا رشتہ نہ صرف قائم بلکہ مضبوط اور مستحکم رہے۔ (دو عمدہ مضمون (ناشر بدر الدین اصلاحی) مطبع اصلاح سرائے میر، ۱۹۳۶ء ص ۲)

۴- اس موضوع پر مولانا عبد الشکور، مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا ارشد القادری، مولانا طاہر القادری، ابوبکر غازی پوری، انوار خورشید اور مولانا کوکب اکاڑوی وغیرہ کی بے شمار کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۵- اس موضوع پر پروفیسر الطاف احمد اعظمی نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ گفتگو کی ہے نیز قرآن کریم کی روشنی میں تبلیغی جماعت کے نقائص کی طرف اشارہ کیا ہے اور تبلیغی جماعت کی علمی اور تعلیمی صورت حال پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے، ملاحظہ ہو احیائے امت اور دینی جماعتیں، الطاف احمد اعظمی، ادارہ تحقیقات واشاعت علوم قرآن، علی گڑھ، یوپی، (بدون تاریخ) ص ۲۵۲-۲۳۸

۶- دعوت دین کے علمی تقاضے، علامہ یوسف القرضاوی (مترجم: مولانا سلطان احمد اصلاحی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرکزی مکتبہ اسلامی نئی دہلی، جنوری ۲۰۰۸ء

۷- سرسید پر کفر و ملامت کی ایک طویل فہرست ہے۔ ایک جگہ محسن الملک کو لکھتے ہیں: ''مجھ کو کہاں تک بچاؤ گے، میں تو ہدف تیر ہائے ملامت ہو گیا ہوں اور روز بروز ہوتا جاؤں گا، شاید بعد میرے کوئی زمانہ آوے جب لوگ میری دلسوزی کی قدر کریں''۔ (مکتوبات سرسید، مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب، نرسنگ درس گارڈن، کلب روڈ، لاہور، ۱۹۵۵، ص ۸۷، بنام محسن الملک مکتوب لندن ۲۱/جنوری ۱۸۷۷ء)

۸- علامہ شبلی اور مولانا فراہی پر کفر کے فتاوی عائد کیے جانے کے متعلق دیکھئے دو عمدہ مضمون ''فتنۂ تکفیر'' از مولانا مودودی، کافر گری از غلام احمد پرویز (ناشر بدرالدین اصلاحی، مطبع اصلاح سرائے میر ۱۹۳۶ء ص ۳۴)

۹- اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ از افادات حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (مترجمہ مولانا صدرالدین اصلاحی) مکتبہ جماعت اسلامی ہند، رامپور، باراول، جون ۱۹۵۲ء، ص ۱۶۱

۱۰- وضاحت کے لیے دیکھئے ایضاً ص ۹۶-۹۳

۱۱- فتح المبین، محمد منصور علی، اصح المطابع آسی پریس، لکھنؤ ۱۳۰۱ھ ص ۱۸

۱۲- اشتہار ابطیل کوائف اسماعیلیہ، عبدالرسول، جواہر پرکاش، میرٹھ ۱۲۹۳ھ ص ۳

۱۳- اعتراضات علی اہل السنۃ علی مسائل البدعۃ، مولانا مولوی محمد شاہ، مطبع رائے بھوانی پرشاد، دہلی، ۱۳۰۳ھ ص ۷، تائید مسلک میں ایک اور کتاب ترتیب دی گئی ملاحظہ ہو۔

البراهين القاطعة علی الانوار الساطعة الملقب بالدلائل الواضحة علی كراهة المروج من المولود والفاتحة، خلیل احمد، بلالی پریس، اسٹیم پریس، سادھورا، ص ۲۷۶

۱۴- دعوتِ دین کے علمی تقاضے، محولہ بالا، ص ۲۹۰

☆☆☆

© rasailojaraid.com